منکرین وحی کے شبہات کا علمی جائزہ

Academic Review of Suspicions of the Deniers of the Revelation

Mr. Irshād Ullāh
Ph.D Scholar, Department of Islāmic Studies & Arabic, Gomāl University, D.I. Khān, Pākistān

Mr. Syyed Atta Ullāh Bukhārī
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Jamshoro, Pākistān

Abstract:

The verses of the holy Qur'ān were revealed in a sequence and this sequence end with the completion of the whole process of revelation when the Holy Scripture was presented to the holy prophet as a sole and single whole book of guidance. Right from the outset, it has been under scrutiny of both the Muslims and non-believers. While the non-believers have always been skeptical about the truthfulness of the divine message. The Muslim on the other hand served a great cause of passing on to the people what Allah (SWT) termed as a source of guidance and treasure of knowledge. The word revelation itself stands for a message from God, which He conveyed to the prophet in different ways. Sometimes the message comes through the angel Gabriel and at other times through hints and clue. This sort of communication between God and man is believed to have been in tradition in other religions as well and the concept of avacke in Greek methodology is a glaring example of this belief. However, with the development of science, a group of western thinkers denied the genuineness of revelation, but surprisingly most of these skeptics were either atheists or Pagans who had least to do with religion and the sole purpose was to mislead or misguide the public about the divine message. They also raised doubts about the authorship of the Holy Qur'ān and some even designated the holy prophet (SAW) as the writer. In this article, the doubts of the skeptics or non- believers, which depicted a prejudicial picture of the Qur'ān, have been critically analyzed.

Keywords: *Wāḥī, Qur'ān, Clement Hawart, Orientalist, Islām*

تعارفِ موضوع:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے انسانیت کی راہنمائی اور ہدایت کا جو سلسلہ شروع فرمایا، اس کی تکمیل پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے نزول کے ذریعے سے ہوئی، نزول قرآن کریم سے لے کر آج تک یہ کتاب مسلم اور غیر مسلم دونوں کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ مسلمان علمائے تفسیر نے قرآن کریم کی شرح و تفسیر کے لیے کام کیا جبکہ غیر مسلم علماء کے مقاصد کچھ اور رہے ہیں۔

یہ کائنات قادر مطلق کی پیدا کردہ ہے اور اسی کی حکمت بالغہ کی بدولت مربوط اور مستحکم انداز سے رواں دواں ہے۔ جب انسان کا اس دنیا میں آنے کا ایک خاص مقصد ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خالق کائنات اس جہاں میں رہنے والوں کو بغیر رہبری و رہنمائی کے چھوڑ دے، لہٰذا اس کائنات میں نظام زندگی کے صحیح اور مستحکم رہنے کے لیے کامل واکمل رہنمائی کی ضرورت ہے اور وہ صرف وحی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

وحی کی لغوی تحقیق:

لغت میں وحی سے مراد پیغام، خط یا کوئی لکھی ہوئی چیز ہے۔ لسان العرب میں وحی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

الوَحْيُ: الإِشارة وَالْكِتابَةُ والرِّسالة والإِلْهام وَالْكَلَامُ الخَفِيُّ وكلُّ مَا أَلقيته إِلى غَيْرِكَ ".[۱]

(ترجمہ): وحی نے کا معنی اشارہ، لکھا ہوا، خط اور الہام اور پوشیدہ کلام اور ہر وہ جو آپ غیر تک القاء (پہنچا) دیں۔

مصباح اللغات میں وحی کا معنی پیغام، لکھا ہوا اور ہر وہ چیز جو دوسرے کو معلوم ہونے کے لیے تم پیش کرو، لیا گیا ہے۔[۲] معجم الوسیط میں وحی سے مراد خفیہ طریقے سے اشارہ کرنا ہے۔[۳]

وحی کی اصطلاحی تحقیق:

دین اسلام میں یہ لفظ ایک خاص معنی میں اس درجہ کثرت سے استعمال ہوا کہ منقول شرعی بن گیا اور باقاعدہ شرعی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہ لفظ کسی نبی یا پیغمبر کے حوالے سے جہاں بھی ذکر ہوا تو اس سے یہی خاص معنی مراد لیا گیا جسے وحی کا اصطلاحی معنی کہا جاتا ہے۔

محمد بن اعلیٰ تھانوی وحی کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: هو كلام الله تعالى المنزّل على نبي من أنبيائه۔[۴] یعنی وحی اللہ کا وہی کلام ہے جو اس کے انبیاء میں سے کسی پر نازل ہوا ہو۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اصطلاح میں وحی کا مفہوم یوں ذکر کیا ہے:

" اللہ اپنے کسی برگزیدہ بندے کے پاس اپنا پیغام بھیجتا ہے۔ یہ پیغام اس تک مختلف طریقوں سے پہنچایا جاتا ہے۔ کبھی تو اللہ کی آواز براہ راست اس نبیؑ کے کان تک پہنچتی ہے۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ

پیغام ایک فرشتہ لاتا ہے اور انسان تک پہنچاتا ہے۔فرشتے خدا کا جو پیغام لاتے ہیں اس کو ہم اصطلاحاً " وحی" کہتے ہیں"۔[۵]

اسلامی مفکرین کے علاوہ مستشرقین نے بھی وحی کے خصوصی معنی کو بیان کیا ہے: رچرڈ بل مقدمہ قرآن میں لکھتے ہیں:

"The verb "*awḥā*"and the noun "*wāḥī*" have become the technical term in Moslem theology".[6]

(ترجمہ): یعنی فعل " اوحیٰ" اور مصدر "وحی" مذہب اسلام میں ایک کے اصطلاح کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

منٹگمری واٹ کہتے ہیں:

"The verb here translated "reveal"is" *awḥā* "which in much of the Qur'ān is technical expression for this experience of *Mūḥammad*".[7]

(ترجمہ): فعل اوحی جس کا ترجمہ Reveal کیا گیا ہے۔قرآن میں اکثر مقامات پر وحی محمدی کے لیے ایک فنی اصطلاح کے لیے استعمال ہوا ہے۔

غلام احمد پرویز وحی کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

" وحی کے اصطلاحی معنی ہیں وہ علم جسے خدا ایک برگزیدہ فرد کو براہ راست اپنی طرف سے دیتا ہے۔ قرآنی اصطلاح کی رو سے وحی کے معنی ہیں" خدا کی طرف سے براہ راست ملنے والا علم "۔[۸]

انہوں نے اصطلاحی معنی کو بہت ہی محدود کر دیا ہے ان کی نظر میں فقط وہی علم وحی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست دیا جائے اس سے فرشتے کے ذریعے سے ملنے والی آگاہی وحی کے زمرے سے خارج ہو جاتی ہے کہ باقی آراء کے خلاف بات ہے کیونکہ اکثر محققین نے وحی کے تینوں ذرائع جو سورہ شوریٰ کی آیت ۵۱ میں بیان ہوئے ہیں، کو اصطلاحی معنی میں وحی کا نام دیا ہے۔

چنانچہ اصطلاح میں وحی اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان وہ مخصوص، غیر معمولی اور مافوق العادت رابطہ ہے جو بشر کے لیے تمام ذرائع علم (تجربہ، حواس، عقل) سے ماوراء ہے اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو انسانوں کی ہدایت اور ارتقاء کے علوم و معارف اور احکام و قوانین کی تعلیم دیتا ہے۔

وحی کی ضرورت واہمیت:

وحی نبی نوع انسان کے لیے مبداء ہستی اور خالق کائنات کی ہدایت کا ایک ذریعہ اور علم معرفت کا ایک اہم ترین منبع ہے۔ وحی کا عقیدہ اور تصور انبیاء کے حوالے سے قدیم ایام سے انسانی معاشروں میں موجود رہا ہے۔ وحی اور نبوت کا آپس میں گہرا ربط ہے اور یہ دونوں مفاہیم آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ وحی کے حاملین کو انبیاء کہا جاتا ہے۔ خود لفظ نبی میں وحی کے ساتھ اس کا تلازم موجود ہے، کیونکہ نبی کا لفظی معنی "خبر دینے والا" ہے اور یہاں خبر دینے سے مراد حواس انسانی سے ماوراء دنیا سے اس دنیا کی خبر دینا ہے۔ جسے ایک خاص پیرائے میں وحی کہتے ہیں۔

دنیا میں آنے کے بعد انسان کے لیے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات سے اور اس میں پیدا کی ہوئی اشیاء سے ٹھیک ٹھیک کام لے اور دوسرا یہ کہ اس کائنات کو استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احکام کو مد نظر رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔ ان دونوں کاموں کے لیے انسان کو "علم" کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ جب تک اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی کونسی چیز کے کیا خواص ہیں؟ ان سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ اس وقت تک وہ دُنیا کی کوئی بھی چیز اپنے فائدے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا، نیز جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ وہ کون سے کاموں کو پسند اور کن کو ناپسند فرماتا ہے؟ اس وقت تک اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کے ذریعہ اسے مذکورہ باتوں کا علم حاصل ہوتا رہے، ایک انسان کے حواس، یعنی آنکھ، کان، مُنہ اور ہاتھ پاؤں، دوسرے عقل اور تیسرے وحی، چنانچہ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعہ اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہو سکتیں، اُن کا علم وحی کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔

علم کے ان تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرہ کار ہے، جس کے آگے وہ کام نہیں دیتا، چنانچہ جو چیزیں انسان کو اپنے حواس سے معلوم ہو جاتی ہیں، اُن کا علم نِری عقل سے نہیں ہو سکتا، مثلاً ایک دیوار کو آنکھ سے دیکھ کر آپ کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہے، لیکن اگر آپ اپنی آنکھوں کو بند کر کے صرف عقل کی مدد سے اس دیوار کا رنگ معلوم کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے، اسی طرح جن چیزوں کا علم عقل کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، وہ صرف حواس سے معلوم نہیں ہو سکتیں، مثلاً آپ صرف آنکھوں سے دیکھ کر یا ہاتھوں سے چُھو کر یہ پتہ نہیں لگا سکتے کہ اس دیوار کو کسی انسان نے بنایا ہے، بلکہ اس نتیجے تک پہنچنے کے لیے عقل کی ضرورت ہے۔

جہاں تک حواسِ خمسہ کام دیتے ہیں، وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی اور جہاں حواس خمسہ جواب دے دیتے ہیں، وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے، لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے، یہ بھی ایک حد پر جا کر رُک جاتی ہے اور بہت سی باتیں ایسی ہیں، جن کا علم نہ حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعہ، مثلاً اسی دیوار کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس کو کسی طرح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی اور کس طرح استعمال کرنے سے ناراض ہوگا، یہ نہ حواس کے ذریعہ ممکن ہے نہ عقل کے ذریعہ، اس قسم کے سوالات کا جواب انسان کو دینے کے لیے جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اسی کا نام وحی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر اسے اپنا پیغمبر قرار دے دیتا ہے اور اس پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے، اسی کلام کو "وحی" کہا جاتا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ وحی انسان کے لیے وہ اعلیٰ ترین ذریعہ علم ہے، جو اسے اس کی زندگی سے متعلق اُن سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل اور حواس کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے، لیکن ان کا علم حاصل کرنا اس کے لیے ضروری ہے، اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ صرف عقل اور مشاہدہ انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کی ہدایت کے لیے وحی الٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اُس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی، اس لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا ادراک عقل سے ہی ہو جائے، بلکہ جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے دینی مسلمات کا علم عطا کرنا بھی عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے اور ان کے ادراک کے لیے نِری عقل پر بھروسہ کرنا درست نہیں۔

جو شخص (معاذاللہ) خدا کے وجود ہی کا قائل نہ ہو، اس سے تو وحی کے مسئلہ پر بات کرنا بالکل بے سود ہے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اس کی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے وحی کی عقلی ضرورت، اس کے امکان اور حقیقی وجود کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں، جب آدمی یہ یقین رکھتا ہے کہ یہ کائنات ایک قادر مطلق نے پیدا کی ہے، وہی اس کے مربوط اور مستحکم نظام کو اپنی حکمت بالغہ سے چلا رہا ہے، اور اسی نے انسان کو کسی خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اُسے بالکل اندھیرے میں چھوڑ دیا ہو، اور اُسے یہ تک نہ بتایا ہو کہ وہ کیوں اس دنیا میں آیا ہے؟ یہاں اس کے ذمہ کیا فرائض ہیں؟ اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ اور وہ کس طرح اپنے مقصد زندگی کو حاصل کر سکتا ہے؟

کیا کوئی شخص جس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، ایسا کر سکتا ہے کہ اپنے کسی نوکر کو ایک خاص مقصد کے تحت کسی سفر پر بھیج دے اور اُسے نہ چلتے وقت سفر کا مقصد بتائے، اور نہ بعد میں کسی پیغام کے ذریعہ اس پر یہ واضح کرے کہ اسے کس کام کے لیے بھیجا گیا ہے؟ اور سفر کے دوران اس کی ڈیوٹی کیا ہو گی؟ جب ایک معمولی عقل کا انسان بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تو آخر اس خداوندِ قدوس کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے جس

کی حکمت بالغہ سے کائنات کا یہ سارا نظام چل رہا ہے؟ یہ آخر کیسے ممکن ہے کہ جس ذات نے چاند، سورج، آسمان، زمین، ستاروں اور سیاروں کا ایسا محیر العقول نظام پیدا کیا ہو، وہ اپنے بندوں تک پیغام رسانی کا کوئی ایسا انتظام بھی نہ کر سکے جس کے ذریعہ انسانوں کو ان کے مقصدِ زندگی سے متعلق ہدایات دی جا سکیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا، بلکہ ان کی رہنمائی کے لیے کوئی باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے، بس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی و رسالت ہے۔اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ "وحی" محض ایک دینی اعتقاد ہی نہیں بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے، جس کا انکار در حقیقت اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا انکار ہے۔

قرآن عقل کا مخالف نہیں بلکہ عقل کو ایک بلند مقام عطا کرتا ہے اور یہ امر بھی مسلّم ہے کہ عقل کا اپنا دائرہ حدود ہے اور اس کی تمام فضیلت اور افادیت اسی دائرہ کے اندر ہے، اس کی حدود سے آگے اس کے لیے وحی کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ جس طرح آنکھ کی قوت بینائی کیلئے خارجی امداد یعنی روشنی کی ضرورت ہے، اندھیرے میں آنکھ بالکل نہیں دیکھ سکتی جبکہ تھوڑی سی روشنی قوت بصارت کو بڑھا دیتی ہے۔جوں جوں روشنی تیز ہوتی جاتی ہے۔حد نگاہ وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے۔اسی طرح قوت فکر اور عقل کی حدود بھی وحی کے نور سے وسیع ہوتی جاتی ہیں۔ عقل تنہا ظن و تخمین کی وادیوں میں محو حیرت و سرگرداں رہتی ہے، لیکن وحی کی رودشنی میں وہ یقین کے درجے پر پہنچ جاتی ہے۔

وحی کا قرآنی مفہوم:

قرآن میں لفظ وحی اور اس کے مشتقات ۷۸ بار استعمال ہوئے ہیں۔ یہ لفظ اسم اور فعل دونوں میں آیا ہے،اسم (وحی)۶مرتبہ استعمال ہوا ہے اور فعل (اُوحی،اَوْحینا،اُوحی،یوحی)۷۲ مرتبہ آیا ہے۔قرآن مجید میں یہ لفظ صرف اصطلاحی مفہوم تک محدود نہیں ہے۔بلکہ لغت کے اعتبار سے وسیع معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں یہ لفظ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔اپنے موارد استعمال میں سے ۶۶ مقامات پر یہ لفظ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔اس کے علاوہ یہ لفظ دیگر کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے، ذیل میں اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جیش تفلیسی نے لکھا ہے کہ قرآن میں وحی دس معنوں میں آیا ہے:۱۔ خفیہ بات کرنا۲۔ نیچے بھیجنا۳۔ پیغام دینا ۴ ۔خط لکھنا ۵۔ اشارہ کرنا ۶۔ آگاہ کرنا ۷۔ الہام ۸۔ فرمانبردار بنانا ۹۔امر کرنا ۱۰۔ وسوسہ شیطان۔[۹]

وحی کے بارے میں امت مسلمہ کا موقف:

وحی کے بارے میں امت مسلمہ کا موقف تقریباً مشترک رہا ہے اور وحی کی اصطلاحی تعریف ہی ان کے موقف کی عکاس ہے۔

صحیح بخاری کے شارح بدر الدین عینیؒ نے بیان کیا ہے:

"الموحی وَفِي اصْطِلَاح الشَّرِيعَة هُوَ كَلَام الله الْمنزل على نَبِي من أنبيائه"۔[۱۰]

(ترجمہ): شریعت کی اصطلاح میں وحی اللہ کا وہی کلام ہے جو اس کے انبیاء میں سے کسی نبی پر نازل ہوا ہو۔

راغب اصفہانی کا قول ہے:

"ويقال للكلمة الإلهية التى تلقى إلى أنبيائه۔" "یعنی وحی کے معنوں میں سے ایک وہ کلام الٰہی ہے جو اس کے انبیاء کی طرف القاء کیا گیا ہے۔

علوم قرآن کے ماہر محمد عظیم زرقانی نے وحی کی نہایت جامع تعریف کی ہے۔

علم و ہدایت بلکہ ہر قسم کی آگاہی جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو دینا چاہے۔ شریعت میں اسے وحی کہتے ہیں لیکن یہ سب کچھ خارق العادت اور مخفی ذریعے سے ہوتا ہے۔[۱۲]"

نزول وحی کے طریقے اور کیفیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی، صحیح بخاری میں مروی ہے۔

"عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَاأَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحْيَانًا يَأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ فَيُفْصَمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِي الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا :وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا."[۱۳]

(ترجمہ): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر وحی کس طرح

آتی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوجاتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے، وہ مجھے یاد ہوچکا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے، پھر مجھ سے بات کرتا ہے، جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کرلیتا ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: میں نے سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے،ایسی سردی میں بھی،جب وحی کا سلسلہ ختم ہوجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہوچکی ہوتی تھی۔

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت ہوتی کہ :إِنْ كَانَ لَيُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ عَلَى نَاقَته فَيَضْرِب حِرَامهَا مِنْ ثِقَل مَا يُوحَى إِلَيْه۔[۱۴]

اگر وحی اس حالت میں آتی کہ آپ اپنی اونٹی پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ سے اونٹنی بیٹھ جاتی۔

بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔[۱۵]

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسانی شکل اختیار کیے بغیر اپنی اصل صورت میں دکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے خود حضرت جبرئیل علیہ اسلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، دوسری مرتبہ معراج میں اور تیسری بار نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکرمہ کے مقام اَجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند سے ثابت ہیں، البتہ یہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔[۱۶]

وحی کی چوتھی صورت یہ تھی کہ آپ کو نزول قرآن سے قبل سچے خواب نظر آیا کرتے تھے جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے بیداری میں ویسا ہی ہوجاتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

" أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فكَانَ لَايَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔" [۱۷]

(ترجمہ): آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیند کی حالت میں سچے خوابوں سے ہوئی۔اس وقت جو آپ خواب میں دیکھتے تھے، وہ صبح کی روشنی کی طرح سچا نکلتا تھا۔

وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں کوئی بات القاء فرمادیتے تھے ۔یعنی دل میں ڈال دیتے تھے۔اسے اصطلاح میں" نفث فی الروع "کہتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

"وإِنَّ الرُّوحَ الْأَمِينَ قَدْ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ أَنَّهُ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰى تُسْتَوْفِي رِزْقُهَا فَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ۔" [۱۸]

(ترجمہ): حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں بات ڈالی ہے کہ کوئی نفس مرتا نہیں یہاں تک کہ اس کا رزق مکمل ہوجائے، لہٰذا تلاش رزق میں اعتدال اختیار کرو۔

وحی کے بارے میں شبہات کا آغاز:

وحی کا عقیدہ کلی طور پر تمام آسمانی ادیان میں قدر مشترک ہے۔البتہ اس کے مفہوم اور حدود وغیرہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔وحی پر ایمان کے اس تاریخی سفر میں ایک دور یہ آیا کہ مغربی مفکرین کے ایک گروہ نے وحی کا انکار کر دیا تھا۔یہ وہ دور تھا جب مغرب میں سائنسی علوم کی ابتداء ہو رہی تھی اور ہر چیز کو عقل اور تجربہ کی کسوٹی پر پر کھا جانے لگا۔اس بارے میں دائرۃ المعارف القرآن کے مقالہ نگار لکھتے ہیں:

''كان الغر بيون إلى القرن السادس عشر كجميع الأمم المتدينة يقولون بالوحى لأن كتبهم مشحونة بأخبار الأنبياء فلما جاء العلم الجديد بشكوكه ومادياته ذهبت

الفلسفة الغربية إلى أن مسألة الوحى من بقايا الخرافات القديمة حتى أنكرت الخالق والروح معا وعللت ما ورد عن الوحى فى الكتب القديمة بانه إما احتلاق من المتنباة أنقسهم لجذب الناس إليهم،وتسخير هم لمشيئتهم، وإما إلى هذيان مرضي يعترى بعض العصبيين فيخيل إليهم أنهم يرون أشباء تكلمهم وهم لايرون فى الواقع شيئاً". [۱۹]

(ترجمہ): مغربی مفکرین دیگر اقوام کی طرح سولہویں صدی تک وحی پر ایمان رکھتے تھے، کیونکہ ان کی کتب انبیاء کے واقعات اور خبروں سے بھری پڑی تھیں۔جب علوم جدید اور سائنس کی ابتداء ہوئی اور تمام مسائل کو مادی نگاہ سے دیکھا جانے لگاتو مغرب کے فلاسفہ نے وحی کا سرے سے ہی انکار کر دیااور اسے خرافات اور پرانی داستانوں سے تعبیر کیا، اس کے نتیجے میں خدا، روح، عالم ماوراء مادہ کے بھی منکر ہو گئے اور یہاں تک کہہ دیا کہ وحی پراگندہ خیالات کا مجموعہ یا اعصابی بیماری کا حاصل تھی۔وہ یہ گمان کرتے کہ کچھ شکلیں ان سے گفتگو کر رہی ہیں۔حالانکہ حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔

منکرین وحی کے شبہات کا تنقیدی جائزہ:

وحی کا کلی طور پر انکار کرنے والے اور اس کے بارے میں شبہات کا شکار عام طور پر ایسے ملحد مستشرقین ہیں، جن کا مذہب سے بنیادی طور پر کوئی سروکار نہیں اور ان کا مقصود دین اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں۔منکرین وحی کے شبہات کئی نوعیت کے ہیں، جن میں سے بعض قرآن کریم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔کچھ وحی کا انکار کرتے ہوئے اسے اشعار و عہد نامہ قدیم وجدید سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔

وحی (قرآن کریم) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے:

۱۔جارج سیل ایک مشہور مستشرق تھا۔وہ ۱۶۹۷ء کو انگلستان کے شہر کنٹربری میں پیدا ہوئے اور ۱۳ نومبر ۱۷۳۶ء کو وفات پائی۔انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا۔وہ وحی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> " That *Mūḥammad* was really the author and chief contriever is the koran beyand dispute; though it be highly probable that he had no small assistance in his design from others". [20]

(ترجمہ) : اس حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کے مصنف یا اس کتاب کو اختراع کرنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اگرچہ اس بات کا غالب امکان موجود ہے کہ اس منصوبے میں ان کو دوسرے لوگوں سے جو مدد ملی وہ کم نہ تھی۔

۲۔ تھیڈور نولڈیکے (Theodor Noldeke) ۲ مارچ ۱۸۳۶ء کو جرمنی میں پیدا ہوئے اور ۲۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔[۲۱] وہ قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی تصنیف قرار دیتے ہیں اور وحی کو ہیجانی کیفیت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں.

"Many revelations must have brust from him in Uncontrolable Exitment".[22]

(ترجمہ) : کئی وحی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک بے قابو ہیجانی حالت میں صادر ہوتی تھیں۔

۳۔ ولیم کلیر ٹزڈال برطانوی مستشرق ہیں۔ آپ ۱۸۵۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۸ء کو وفات پائی۔ وہ چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے ایران میں قائم مشنری سوسائٹی کے سیکرٹری بھی رہے۔[۲۳] وہ وحی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ وحی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے ذہن کی بنائی ہوئی ہے اور پیغمبر اسلام ایک کامیاب زندگی کے حصول میں موقع بموقع حالات کے مطابق وحی گھڑتے رہتے تھے اور اپنے متبعین کو یہ باور کراتے رہتے کہ آسمانوں سے خدا کی طرف سے نازل ہو رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"It reveals the working of *Mūḥammad's* own mind".[۲۴]

(ترجمہ) : یہ وحی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے ذہن کی بنائی ہوئی ہے۔

۴۔ آرتھر جیفری کینیڈین نژاد آسٹریلین مستشرق تھے۔ وہ ۱۸ اکتوبر ۱۸۹۲ء ملبورن میں پیدا ہوئے اور ۲ اگست ۱۹۵۹ء کو وفات پائی۔ وہ کولمبیا یونیورسٹی نیویارک میں سامی زبانوں کے پروفیسر رہے۔ اس نے مشرق وسطیٰ کے اسلامی مخطوطات کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔[۲۵] وہ لکھتے ہیں:

"It contains the substance *Mūḥammad's* deliverences during the twenty odd years of his public ministry.It is clear that he had been preparing a book for his community which would be for them what the old testament was for the jews and new testament for the Christians".[26]

(ترجمہ): قرآن کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس سالہ دور نبوت کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) معاشرہ کے لیے ایک ایسی کتاب تیار کر رہے تھے جو یہودیوں کے عہد نامہ قدیم اور عیسائیوں کے عہد نامہ جدید کی طرح ہو۔

منکرین وحی خصوصاً مستشرقین کی تحریروں سے کم از کم یہ تاثر تو ذہن میں ابھرتا ہے کہ وہ سب اس بات پہ متفق ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے۔ ان کے اس اتفاق رائے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کلام کا مصدر ہے کیا؟ اس کے متعلق انہوں نے اپنی عقل کے بے لگام گھوڑے دوڑائے ہیں لیکن منزل سے محرومی کے مارے ہوئے کلام پاک کی ان آیات کا مصداق نظر آتے ہیں: إن هم الا يظنون[۲۷] ،إن هم الاّ يخرصون۔[۲۸]

یہ حقیقت ہے کہ منکرین وحی جو دعوے کرتے ہیں پھر خود ہی ان دعووں کی تردید کر بیٹھتے ہیں۔ جارج سیل قرآن کریم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن کی اختراع قرار دیتا ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی مہارت کے ساتھ اس کتاب کو ادب کے بلند مقام پہ رکھا۔

جارج سیل کے اعتراض کے سطحی ہونے کا اندازہ تو ان کفار عرب کے مشہور و معروف زبان دانوں کے بیانات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بوجود اسلام دشمنی کے کلام اللہ کو "ما هذا كلام البشر" کہنے پر مجبور ہوگئے۔ ولید بن مغیرہ اور لبید بن ربیعہ جیسے زبان دان دشمنی کے باوجود اس کلام کو سلام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔[۲۹]

آرتھر جیفری کلام پاک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیانات کا مجموعہ قرار دیتا ہے۔ اگر کلام اللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مان لیا جائے تو احادیث کو کیا نام دیں گے اور حدیث و قرآن میں فرق کیسے ہوگا؟۔

نولڈیکے قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اگر یوں ہوتا تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر منافقین کی طرف سے الزام لگا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے براءت کے لیے کوئی کلام کیوں نہیں مرتب کیا حالانکہ کہ وحی کے دیر سے نزول کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل ذہنی اذیت برداشت کرتے رہے، اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے متعلق پوچھا گیا تو کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا لمبا عرصہ انتظار کرنا

پڑا ، اگر خود تصنیف کرنی ہوتی تو معاملہ آسان تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، کیونکہ وحی من جانب اللہ ہے نہ کہ پیغمبر اسلام کی اختراع۔

بعض منکرین حالات عرب اور خصوصاً مکہ کے حالات کو قرآن کریم کی تصنیف کی وجہ قرار دیتے ہیں۔منکرین کا یہ گمان بھی غلط ہے۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حالات عرب تصنیف وتالیف کے مواقف نہ تھے بلکہ جہالت کا دور دورہ تھا، لوگ توہمات کا شکار تھے اور علوم فنون سے نہ آشنا تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی امی تھے کہ کبھی کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں ، دوسری طرف یہ منکرین وحی مغربی برتری کے نظریہ کے بھی موجد وحامی ہیں اور اقوام مشرق کو ذہنی طور پر کم تصور کرتے ہیں لیکن جن مذاہب کی پیروی کرتے ہیں وہ مذاہب بھی اور ان کے بانی اہل مشرق میں سے ہیں۔

وحی (قرآن کریم) کی بنیاد یہود ونصاریٰ سے روابط ہیں:

۱۔ گولڈ زیہر ۲۲ جون ۱۸۵۰ء کو ہنگری میں پیدا ہوئے اور ۱۳ نومبر ۱۹۲۱ء کو وفات پائی۔آپ کو یورپ میں اسلامی تعلیم کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔[۳۰] وحی کے بارے میں کہتا ہے کہ نبی عربی کا پیغام دراصل ان مذہبی خیالات و معلومات کا منتخب خلاصہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی اور عیسائی حلقوں سے روابط کی بنیاد پر حاصل ہوئیں۔[۳۱]

پروفیسر حداد کہتے ہیں:

"مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلال حبشی ، عیسائی دولت مند صہیب رومی ، سلمان فارسی اور یگانہ روزگار عبداللہ بن سلام جو کعب احبار کے ساتھ اسلام لائے تھے، یہ سارے لوگ اس محفل میں نظر آتے ہیں۔ان لوگوں کی گفتگو کا اصل محور تورات وانجیل کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے ؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا علمی سرچشمہ یہی لوگ تھے نہ کہ وحی اور نزول آیات"۔[۳۲]

گولڈ زیہر کا دعویٰ ہے کہ کلام وحی من اللہ نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ سے روابط کی وجہ سے علوم تورات وانجیل کی بدولت تصنیف کیا ہے۔جہاں تک یہود کا معاملہ ہے تو مکہ میں تو یہود آباد بھی نہیں تھے، ہاں مدینہ میں آباد تھے، لیکن جب وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات مدینہ کے یہودیوں سے ہوئی تو نزول وحی کو تیرہ سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تورات کا کوئی عربی نسخہ خطہ عرب میں تو کجا دنیا میں بھی کہیں نہیں تھا۔ منکرین

دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام بحیریٰ راہب اور ملک یمن و شام سے مکہ میں تجارت کے سلسلہ میں آنے والے عیسائیوں سے سیکھا ہے۔ اگر ان بے معنی باتوں کا تجزیہ کیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بحیریٰ راہب نے یہ علوم کہاں سے سیکھ لیے تھے اور اگر وہ خود اتنا بڑا عالم تھا تو اس نے خود کیوں نہ کوئی کتاب تصیف کر لی تھی تاکہ ایک عالمی مذہب کی بنیاد ڈال کر خود بھی زندہ و جاوید ہو جاتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ راہب سے ملاقات مختصر تھی جس میں اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبین کی بھی گواہی دی۔

بعض منکرین وحی اسے تورات و انجیل سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا مان لیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ آیات و احکامات جو تورات و انجیل میں نہیں ہیں اور قرآن مجید میں موجود ہیں، ان کا مصدر کیا ہے اور آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے سکھائی ہیں۔ حقیقت یہ ہے قرآن کریم اور تورات و انجیل کے مضامین میں مماثلت خود ظاہر کرتی ہے کہ تمام کتب کا مصدر وحی ہی ہے۔

پروفیسر حداد نے تو بعض غیر عرب یعنی صہیب رومی وغیرہ کی گفتگو کو تصنیف قرآن کا مصدر قرار دیا ہے۔ پروفیسر صاحب کا اگر عقل ٹھکانے ہوتا تو یہ مفروضہ قائم نہ کرتے اور یہ سوچتے کہ اگر وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ماہر تھے تو انہوں نے خود یہ کتاب کیوں نہ تصنیف کر لی یا کیوں پھر آقا علیہ السلام کے غلام بن کر رہ گئے۔ منکرین کا یہ الزام محض مشرکین عرب سے ملتا جلتا ہے جنہوں نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام سکھانے والوں میں بلعام لوہار، بنی مغیرہ کا غلام یعیش اور عیش و جبر شامل ہیں۔[۳۳]

وحی (قرآن کریم) امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے ماخوذ ہے:

فرانسیسی مستشرق کلیمنٹ ھوارٹ (Clement Hawart) کا خیال ہے کہ قرآن مجید امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے ماخوذ ہے۔[۳۴]

Clement Hawart قرآن کریم کو امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے ماخوذ سمجھتا ہے۔ کلیمنٹ کی اس خام خیالی کا جواب دیتے ہوئے طٰہٰ حسین کہتے ہیں:

"مستشرقین کا طرز علمی بھی حیرت انگیز ہے کہ وہ سیرت کی روایت کو تو مشکوک یا بالکل تسلیم نہیں کرتے جبکہ شاعری مجموعہ کو معتبر سمجھتے ہیں۔مزید کہتے ہیں کہ مستشرقین دوسروں پر تعصب کاالزام لگاتے ہیں حالانکہ خود اس میں گرفتار ہیں"۔[۳۵]

منکرین وحی کے پیش کیے جانے والے مفروضوں میں سے کوئی بھی عقل کی معیار پر پورا اترنے والا نہیں ہے۔

کیا یہ بات عقل تسلیم کرتی ہے کہ ایک امی شخص جو نہ لکھنا جانتا ہو نہ پڑھنااور نہ اس کے پاس کوئی کتاب ہو اور نہ ہی لائبریری اور وہ کتاب تصنیف کرنے میں کامیاب ہوا ہو۔اور کتاب بھی ایسی اعلیٰ کہ جس میں سیاست ، قانون ،اخلاق ،سائنس،معیشت و معاشرت کے ایسے زریں اصول موجود ہوں کہ جس سے انسانیت پہلے ناآشنا ہو۔

اگر مشرکین مکہ اور پرانے زمانے کے منکرین انکار وحی کرتے تھے تو ان کی وجہ تو سمجھ آتی ہے کہ ان کی عقل اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھی کہ آسمان و زمین کے درمیان وحی کے ذریعے رابطہ ممکن ہے جبکہ موجودہ دور کے منکرین وحی یعنی مستشرقین تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے صحائف کے قائل بھی ہیں اور وحی قرآن کے منکر بھی۔حالانکہ قران مجید میں عہد نامہ قدیم وجدید سے کہیں زیادہ حقائق کو بیان کیے ہوئے ہیں اور سائنس کی ترقی نے بائبل کے کئی بیانات کو جھٹلایا ہے جبکہ قرآن حکیم کے کسی ایک بیان کو بھی سائنس جھٹلا نہیں سکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ حق کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں۔ان کے قلموں اور ان کی زبانوں سے اس قسم کی بے سرو پا باتیں نکلتی ہیں۔ان کے پاس قرآن کریم کے کلام خداوندی ہونے کا انکار کرنے کے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ان کے انکار کے پس منظر میں حسد، بغض اور اسلام دشمنی کے سوا کچھ نہیں۔

اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم منکرین وحی کے تمام مزعومات کا انکار کر کے قرآن حکیم کو اس وحدہ لاشریک کا کلام تسلیم کریں جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی ، جس کی نگاہ قدرت سے نہ ماضی پوشیدہ ہے اور نہ مستقبل اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تکمیل کریں۔

"قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالأسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ"۔[۳۶]

(ترجمہ) : کہہ دو ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیم (علیہ السلام) واسمٰعیل (علیہ السلام) واسحاق (علیہ السلام) ویعقوب (علیہ السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اور جو عطا کیا گیا موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو اور جو عنایت کیا گیا دوسرے نبیوں کو، ان کے رب کی طرف سے، ہم فرق نہیں کرتے ان میں کسی پر ایمان لانے میں اور ہم تو اللہ کے فرماں بردار ہیں۔

حاصلِ بحث:

۱۔اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے سلسلہ وحی جاری فرمایا۔ لفظ وحی لغوی اعتبار سے خفیہ اشارہ، خط، الہام اور پوشیدہ کلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ اصطلاحی طور پر اللہ کا وہ کلام جو انبیاء السلام میں سے کسی پر بھی نازل ہو، وحی کہلاتا ہے۔

۲۔انسانوں کا اس دنیا میں آنے کے بعد قدرت کی پیدا کردہ چیزوں سے ٹھیک طور سے فوائد حاصل کرنا اور احکامات خداوندی کی بجا آوری بغیر کامل علم کے ممکن نہیں تھی۔اس ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا۔

۳۔وحی کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی دو رائے نہیں پائی جاتیں اور سب اس کے من جانب اللہ ہونے کے قائل ہیں۔وحی کی کیفیات مختلف اوقات میں مختلف رہی ہیں۔وحی سامی ادیان میں قدر مشترک ہے البتہ مفہوم وحدود میں اختلاف موجود ہے۔

۴۔وحی کے بارے میں شبہات وانکار کا باقاعدہ آغاز سولہویں صدی کے بعد اس وقت ہوا، جب علوم جدیدہ اور سائنس کی ابتداء ہوئی۔ البتہ احکامات ومعاملات میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی معتزلہ کی سعی بھی اس کے بنیادی محرکات میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔وحی کا انکار اور شبہات کا اظہار کرنے والوں میں اکثریت ایسے ملحد مستشرقین کی ہے جو کہ بنیادی طور پر یہودی یا عیسائی ہیں لیکن اسلام دشمنی میں اتنے آگے نکل گئے کہ اپنے مذہب کو بھی بھلا بیٹھے اور وحی کا کلی طور پر انکار کرنے لگے۔

۶۔ جارج سیل، آرتھر جیفری، نولڈیکے اور ولیم کلیر ٹزڈال نے وحی کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرتے ہوئے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دے دیا۔ اگر وحی کو کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیا جائے تو حدیث رسول صلی اللہ کا تعین کیسے ہو سکے گا؟۔

۷۔ گولڈزیہر اور پروفیسر حداد وحی کو کلام اللہ ماننے کے بجائے کہتے ہیں کہ یہ کتاب یہود و نصاریٰ سے روابط کی وجہ سے معرض وجود میں آئی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہود و نصاریٰ خود کیوں نہ ایسی کتب تصنیف کر لیتے جبکہ وہ لوگ جو یہود و نصاریٰ کے عالم تھے وہ تو حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن میں صہیب رومی، سلمان فارسی اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ بیشتر یہود و نصاریٰ مدینہ طیبہ میں آباد تھے جبکہ ہجرت سے قبل بھی وحی کا نزول ہو رہا تھا۔

۸۔ ھوارٹ قرآن کریم کو امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے ماخوذ سمجھتا ہے جبکہ اکثر مستشرقین روایت سیرت کو مشکوک گردانتے ہیں اور اپنی اسلام دشمنی میں اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے مجموعہ اشعار پر یقین کر لیتے ہیں۔

وحی کا انکار کرنے والوں کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں ہے اور سائنسی ترقی بھی ان کے منہ پر طمانچہ ثابت ہوئی کیونکہ سائنس کی ترقی قرآن کریم کے کسی ایک بیان کو بھی جھٹلا نہیں سکی۔ منکرین وحی حسد، بغض اور اسلام دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے مذاہب کے مسلّمات کا بھی انکار کر دیا۔

حواشی و حوالہ جات

۱. ابن منظور أفريقي، محمد بن مكرم ، لسان العرب (بيروت ، دارصادر، ۱۴۱۴ھ)، تحت مادة: و ح ى ،ج۱۵، ص ۳۷۹

۲. بلیاوی، عبدالحفیظ، مصباح الغات (لاہور: مکتبہ المصباح، س،ن)، ص ۹۳۵

۳. إبراهيم مصطفى وآخرون، معجم الوسيط (قاهره: ، دارالدعوة، س،ن)، ج۲، ص۱۰۱۸

۴. تھانوی، محمد بن اعلیٰ، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم، تحقیق علی دحروج، طبع اوّل (بیروت: مکتبہ لبنان ناشرون، ۱۹۹۶ء)، ج۲، ص۱۷۷۶

۵. حمید اللہ محمد (ڈاکٹر)، خطبات بہاولپور (اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۹۱

6. Bell,Richard: Introduction to the *Qur'ān*;p-32 Edinburg 1953

7. Watt,W.Montgomery: Islamic Revelation in the Modern World-p13&14-Edinburg1969

۸. پرویز، غلام احمد، ختم نبوت اور تحریک احمدیت (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۹۶ء)، ص ۲۴

۹. تفلیسی، ابوالفضل ابو حبیش بن ابراہیم، وجوہ القرآن انتشارات حکمت، ص۳۰۵

۱۰. عينى ، محمود بن أحمد، عمدة القارى في شرح صحيح البخارى (بيروت،:دار إحياء التراث العربى، ج۱،ص۱٤

۱۱. أصفهانى،حسين بن محمد، المفردات فى غرائب القرآن(مكتبة نزار مصطفى الباز ، ص٥١٥

۱۲. زرقانى، محمد عظيم، مناهل العرفان فى العلوم القرآن (بيروت :دار إحياء التراث العربى، ص٥٦

۱۳. البخاري، محمد بن اسماعيل، الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول ﷲ (صحيح البخارى) (دار طوق النجاة، ١٤٢٢هـــ)، ج١،ص٦

۱٤. عسقلانى، أحمد بن على بن حجر، فتح البارى (بيروت،:مكتبة دارالمعرفة، ١٣٧٩ ج١، ص٢١

۱۵. عثمانی، محمد تقی،علوم القرآن (کراچی: مکتبہ دارالعلوم،نومبر ۲۰۱۶ء)، ص ۴۲

۱٦. عسقلانى،فتح البارى، ج١، ص٢٣

۱۷. البخاري، صحيح البخارى،ج١،ص٧

۱۸. البيهقي، أحمد بن حسين، شعب الإيمان(الهند،:مكتبة الرشد، ٢٠٠٣ء) ، ج٢،ص٤٠٦

۱۹. مفيد، محمد بن نعمان الشيخ المفيد، تصحيح الاعتقاد (المؤتمر العالمى لألفية الشيخ المفيد١٤١٣)، ص١٢٠

۲۰. جارج سیل،The Koran(نیویارک: فریڈرک وارن اینڈ کمپنی،۱۸۹۰ء)، ص ۵۰

21. Theodor Nöldeke.Accessed 16 march 2018, From <https://en.m. wikipedia .org/wiki

22. Theoder Naldeka,The *Qur'ān*,An introductory Essay,USA,Biblical Reseach, 1992.p-5

23. William_St._Clair_Tisdall .Accessed 16 march2018, From<https ://en.m. wikipedia.org/wiki/William_St._Clair_Tisdall>

24. William St.Clair Tisdal,The Orignal Sources of the *Qur'ān*, London, Society for promoting Christian Knowledge.1905,p.6

25. Arther Jeffery .Accessed 16 march 2018,From <https://en.m. wiki pedia. org/ wiki / Arther Jeffery >

26. Arther Jeffery,Islam Muhammad and His Religen.1979.p,47

۲۷- البقرة:٧٨

۲۸- الأنعام:١١٦

۲۹- ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشرز، س،ن)، ج٦، ص ۳۷۰

30- Iknaz Goldziher .Accessed 16 march 2018, From< https://en.m. Wikipedia . org/wiki/ Iknaz Goldziher >I

۳۱. گولڈ زیہر، العقیدہ والشریعۃ فی الاسلام، مترجم: یوسف موسیٰ (مصر: م،ن، ۱۹۴۸ء)، ص ۱۳

۳۲. حداد،القرآن والكتاب، أطوار الدعوة القرآنية، ص ١٠٥

۳۳. ازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشرز، ۱۹۹۵ء)، ج۲، ص ۶۰۴

[٣٤] - طهٰ حسین ،فی الأدب الجاهلی (قاهرة: ١٩٥٨ء)، ص١٤٣

[٣٥] . دینوری، ابن قتیبة، الشعر والشعراء (مصر: ١٣٦٤هـــ)، ص٤٢٩

[٣٦] . البقرة:١٣٦

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).